تبلیغ دین کا سفر بلادِ ہند تک

انوار اللہ طیبی

ریسرچ اسکالر، شعبہ علوم اسلامی

انبیاء علیہم السلام کی تبلیغ

تبلیغ دین کے اولین مراجع، داعیان الی اللہ کے سب سے پہلے افراد اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لاریب مصداق وہ نفوس قدسیہ ہیں جن کے سر پر خالق حقیقی نے ازل سے ہی بہترین خلائق کا تاج سجایا اور زمین پر انہیں خلافت کی ذمہ داری اور نبوت کا منصب دے کر بھیجا۔ سب سے پہلے انسان حضرت آدم علیہ السلام جب اس عالم آب وگل میں تشریف لائے تو وہ نہ صرف خلیفۃ اللہ فی الارض اور نبی اللہ تھے بلکہ داعی الی اللہ اور مبلغ دین الٰہی بھی تھے۔

جیسے جیسے افراد انسانی اپنی کثرت کی بنا پر مختلف قبائل، بستیوں، تہذیبوں اور معاشروں میں تبدیل ہوتے گئے اللہ تعالیٰ نے نوع انسانی کی ہدایت، اپنے سچے دین کی تبلیغ اور اپنی تعلیمات کو اپنی مخلوق تک پہنچانے کے لئے انبیاء کرام علیہم السلام کا ایک سلسلہ قائم فرما دیا۔ چنانچہ حضرت نوح علیہ السلام کو ان کی قوم کی طرف بھیجا(1)، حضرت الیاس علیہ السلام اپنی قوم کی طرف مبعوث ہوئے(2)، حضرت ھود علیہ السلام کو ان کی قوم عاد کی طرف بھیجا(3) اور حضرت صالح علیہ السلام کو ان کی قوم ثمود کے لئے نبی بنایا گیا۔(4)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ارض مقدس کے لئے نبوت و رسالت سے سرفراز فرمایا اور تبلیغ دین کے لئے اس وقت کے تمام لوگوں کا امام بنایا۔(5) اسی لئے جب آپ کے بھتیجے حضرت لوط علیہ السلام آپ پر ایمان لے آئے اور آپ کے ساتھ ہجرت کی۔(6)(7) تو اللہ تعالیٰ نے انہیں نبوت عطا کی(8) اور ان کو اہل سدوم کی طرف بھیجا(9)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد اللہ تعالیٰ نے جتنے انسانوں کو نبوت و رسالت کے لئے چنا تقریباً وہ تمام آپؑ کی اولاد میں سے ہی منتخب ہوئے۔ آپ علیہ السلام کی یہ اولاد تین ازواج سے تھی۔ سارہ، ہاجرہ اور قطورہ/قطورا

قطورہ سے مدین پیدا ہوئے۔(10)(11) مدین کے نام پر ایک شہر بس گیا ان ہی کی اولاد سے حضرت شعیب علیہ السلام پیدا ہوئے(12) اور انہیں اہل مدین اور اصحاب الایکہ کی طرف نبی بنا کر بھیجا گیا۔(13)

حضرت سارہ سے حضرت اسحٰق اور اسحٰق کے بیٹے حضرت یعقوب تھے۔ یہ دونوں اللہ کے نبی علیہما السلام تھے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کا لقب اسرائیل تھا۔ان کی اولاد بنی اسرائیل کہلائی۔حضرت یوسف علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک تمام انبیاء علیہم السلام بنی اسرائیل میں ہی بھیجے گئے۔ان تمام انبیاء کرام نے اللہ کے دین کی تبلیغ اوراحکام الٰہیہ کوانسانوں تک پہنچانے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا لیکن ان کی قوموں نے ان کا نہ صرف انکار کیا بلکہ انہیں ظلم وتشدد اور سفاکیت وبربریت کا نشانہ بھی بنایا یہاں تک کہ ان میں سے بعض کوناحق قتل کردیا۔(14) بنی اسرائیل کے آخری نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام تھے۔جب انہوں نے تبلیغ دین کا کام شروع کیا اور قوم کو پیغام حق سنایا تو قوم آپ کی دشمن ہوگئی اور آپ کوشہید کرنے کے لئے گھیراؤ کرلیا۔اللہ رب العزت نے آپ کو ظالم قوم کے نرغے سے نکالا اور آسمانوں پر زندہ اٹھالیا۔(15)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کوتقریباً پونے چھے سوسال کا عرصہ گزر گیا لیکن کوئی نبی داعی حق،ھادی صادق اور مبلغ دین فطرت بن کر دنیا میں تشریف نہ لایا۔(16) انسانیت گمراہی اور جہالت کے اندھیروں میں ڈوب گئی۔مخلوق نے اپنے خالق،پروردگار اور پالنہار کا انکار کردیا۔شیطنت،اخلاق رذیلہ،ظلم وستم،لاقانونیت،غیرفطری رویے اور انسانیت سوز کردار غالب آگئے۔پھر رحمت الٰہی سسکتی اور دم توڑتی ہوئی انسانیت کی طرف متوجہ ہوئی اور عرب کی سرزمین پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام (جو آپ کی زوجہ حضرت ہاجرہ علیہا السلام کے بطن سے تھے) کی اولاد میں سے ایک ایسے رسول کوانسانیت کے لئے ملجاوماویٰ بنا کر بھیجا جس نے دیکھتے ہی دیکھتے دلوں کی ویران اوراجڑی ہوئی کھیتیوں کوہدایت الٰہی کی سیرابی سے شاداب وگلزار اور چمنستان ثمر بار بنادیا۔ان کا نام نامی اسم گرامی محمد (ﷺ) بن عبداللہ (رضی اللہ عنہ) ہے۔آپ ﷺ نہ صرف اللہ کے آخری نبی اور رسول ہیں بلکہ عالمین کے لئے رحمت،انسانیت کے محسن اور مؤمنین کے لئے سراپا رافت وشفقت اور خالق کائنات کے حبیب بھی ہیں۔آپ کی نبوت ورسالت کسی مخصوص علاقے،قوم یا قبیلے کے لئے نہیں بلکہ آپ کو دنیا کے تمام انسانوں اورزمانوں کے لئے رسول بنا کر بھیجا گیا۔(17) آپ ﷺ نے تبلیغ دین کے ذریعے خون کے پیاسوں کو بھائی بھائی بنایا۔(18) درندوں سے زیادہ خونخوار اور حیوانوں سے زیادہ اخلاق باختہ لوگوں کومہر ومحبت،شرم وحیا اور ایثار وقربانی کی مثال بنادیا۔گمراہی کی اتھاہ گہرائیوں میں گرے ہوؤں کوآسمان ہدایت کے ستارے،جہالت میں ڈوبے ہوؤں کوعلم وعرفان کے روشن مینار،خانہ بدوشوں کوتہذیب وتمدن کا بہترین نمونہ،مفلوک الحال قوم کومعاشی استحکام کا ضامن اور توہمات پرستوں کوایک معبود برحق کا ماننے والا،حقیقت آگاہ بنادیا۔

یہ سب کچھ بہت آسانی سے نہیں ہوگیا بلکہ اس کے لئے جہد مسلسل،بے پایاں عزم واستقلال،بے مثال صبر،پختہ سیاسی شعور،عفوودرگذر،حسن اخلاق،کامل محبت واطاعتِ الٰہی اور رب کائنات پر لازوال یقین کی ایسی تاریخ رقم کی گئی

جس کی بنا پر انسان بجا طور پر مسجود ملائک اور شرف خلائق کہلانے کا حقدار ہے۔ جس طرح بنی اسرائیل نے اپنے انبیاء کا انکار کیا تھا اسی طرح آپ کی قوم نے نہ صرف آپ ﷺ کا انکار کیا بلکہ آپ کو ہر طرح کی تکلیف دینے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ پہلے جتنے انبیاء کرام علیہم السلام گزرے آپ ﷺ کو ان سب سے زیادہ ستایا گیا۔(19) آپ کی قوم نے آپ کا مکمل سوشل بائیکاٹ کر دیا۔ آپ کو طائف میں پتھر مار مار کر لہولہان کیا گیا۔ صاحبزادیوں کی طلاقوں کے ذریعے آپ کو ذہنی اذیت میں مبتلا کرنے کی کوشش کی گئی۔(20) آپ کو دنیاوی لالچ کے ذریعے تبلیغ دین سے باز رکھنے کی سعی لا حاصل کی گئی لیکن آپ ﷺ اور آپ کے جانثار ساتھی انتہائی جانفشانی، تندہی، صبر و استقامت اور خلوص نیت سے تبلیغ دین میں مصروف رہے۔ تیرہ(13) برس بیت گئے۔ زیادہ تر کمزور و ناتواں، غرباء و مساکین، عورتیں اور غلام آہستہ آہستہ آپ کے دین میں داخل ہوتے رہے۔ جب آپ کی قوم نے دیکھا کہ کوئی بھی حربہ کارگر ثابت نہیں ہو رہا تو انہوں نے آپ ﷺ کو شہید کرنے کا ناپاک منصوبہ تیار کر لیا۔ ادھر آپ ﷺ کی قوم آپ کو شہید کرنے کی منصوبہ بندی کر رہی تھی، اُدھر آپ کے پروردگار نے آپ کو اس منصوبہ بندی سے آگاہ کر دیا اور آپ کو مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کر جانے کا حکم دیا۔(21)

ہجرت مدینہ کے بعد بھی آپ کے خلاف عسکری کاروائیاں کی گئیں۔ آپ کا پیغام اگرچہ امن، آشتی، اخوت، محبت اور حسن اخلاق کا پیغام تھا لیکن آپ کو تبلیغ دین کا سلسلہ جاری رکھنے، اسلام کے نوخیز پودے کو ایک تناور درخت بنانے، آوازِ حق کو پوری انسانیت تک پہنچانے، معبود واحد کے نام لیواؤں کی بقا اور نظام عدل کے قیام کے لئے ظلم و ستم کے نظام کے خلاف کم و بیش پچیس(25) بار تلوار کو بے نیام کرنا پڑا۔(22) اللہ رب العزت نے اپنے محبوب کے اس اقدام کو لائق تحسین قرار دیا اور مسلمانوں پر قتال فی سبیل اللہ کو لازم کر دیا۔ آخر کار آٹھ(8) برس کی محنت شاقہ رنگ لائی اور اللہ کے رسول ﷺ آٹھ سال بعد اسی شہر مکہ میں فاتح کی حیثیت سے داخل ہوئے جہاں سے آپ کو ہجرت کرنے پر مجبور کیا گیا تھا۔

اب تبلیغ اسلام کے لئے راہیں ہموار ہو گئیں۔ آپ نے صحابہ کرام کو مبلغ بنا کر مختلف قبائل کی طرف روانہ فرمایا اور مختلف ممالک کے فرمانرواؤں کی طرف قاصد بھیج کر بذریعہ خطوط اسلام کا پیغام پہنچایا۔(23) اسلام کا پیغام عرب سے نکل کر عجم تک جا پہنچا۔ ہجرت مدینہ کے دس برس بعد رسول اللہ ﷺ نے حج کا فریضہ ادا کیا۔ حج کا اجتماع آپ ﷺ کی کامیاب تبلیغی مساعی کا منہ بولتا ثبوت تھا۔ ایک لاکھ سے زیادہ فرزندان توحید کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر دنیا سے نجاست شرک کے دھونے کو کافی تھا۔ آپ ﷺ نے حج کا خطبہ دیتے ہوئے فرمایا:

ألا هل بلغتُ؟ قالوا نعم قال اللّٰهم اشهدْ.

ترجمہ: کیا میں نے تبلیغ کر دی؟ لوگوں نے کہا: جی ہاں۔ آپ نے فرمایا: اے میرے پروردگار! گواہ رہنا۔

اس کے بعد آپ نے تبلیغ کی ذمہ داری امت کو سونپتے ہوئے اور تا قیام قیامت سلسلہ تبلیغ کی بنیاد رکھتے ہوئے ارشاد فرمایا:

فَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الغائِبَ فَرُبَّ مُبلغٍ اَوعىٰ مِن سامِعٍ

ترجمہ: سو جو حاضر ہیں وہ ان لوگوں تک (دین کی تعلیمات) پہنچائیں جو حاضر نہیں ہیں۔ بعض اوقات سننے والے سے زیادہ وہ سمجھدار ہوتا ہے جس کو پہنچایا جائے۔ (24)

جناب رسول اللہ ﷺ ہجرت کے گیارہویں برس ربیع الاول میں وصال فرما گئے۔ (25) چونکہ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں تھا: (**مَاكَانَ مُحَمَّدٌ اَبَااَحَدٍ مِن رِّجَالِكُمْ وَلٰكِن رَّسُولَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖن**

ترجمہ: محمد (ﷺ) تم میں سے کسی مرد کے باپ نہیں ہیں، اور لیکن وہ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں۔ (26) اس لئے آپ ﷺ کے وصال کے بعد تبلیغ قرآن وسنت، تعلیم کتاب وحکمت، تزکیہ نفوس، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی مکمل ذمہ داری امت کے کندھوں پر آن پڑی۔ اللہ رب العزت نے امت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی اس عظیم ذمہ داری کو بطور فضیلت یوں ارشاد فرمایا:

كُنتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ.

ترجمہ: تم بہترین امت ہو جنہیں لوگوں کی (ہدایت وبھلائی) کے لئے ظاہر کیا گیا ہے تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔ (27)

صحابہؓ، تابعینؒ اور تبع تابعینؒ کی تبلیغ

آپ ﷺ کے وصال کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو متفقہ طور پر خلیفہ منتخب کر لیا گیا۔ (28) (29) آپ رضی اللہ عنہ نے اقامت دین، امر بالمعروف، نہی عن المنکر اور تبلیغ دین کے نظام کو علیٰ منہج نبوی قائم رکھا۔ آپ کے بعد حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی اور حضرت علی رضی اللہ عنہم نے خلفاء راشدین بن کر مصطفوی نظم حکومت، اصلاح معاشرہ، قانون شریعت کے نفاذ اور تزکیہ نفس جیسے نبوی مقاصد کو پورا کیا۔ اس سلسلے میں اردو دائرہ معارف اسلامیہ کے مقالہ نگار لکھتے ہیں:

''صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ ﷺ کی کامل اطاعت کا اظہار جس طرح زندگی کے دوسرے

شعبوں میں کیا اسی طرح تبلیغ کے معاملے میں بھی کامل اطاعت کی، چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ (م۱۳ھ / ۶۳۴ء) نے اسلام قبول کرتے ہی تبلیغ کا آغاز فرمایا۔ ان کی کوشش سے فوری طور پر پانچ افراد نے اسلام قبول کیا۔ (ابن ہشام: سیرۃ النبویہ، ا: ۲۶۷، قاہرہ ۱۹۳۶ء) حیاۃ الصحابہ ا: ۱۸۷، سیرۃ النبی ا: ص ۲۰۶)۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کرنے کے بعد بیت اللہ کے سامنے تبلیغ فرمائی (ابن ہشام: السیرۃ، ۳۷۳-۳۷۴، سیرۃ النبی، ا: ۲۲۶-۲۲۷)۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ (م۴۰ھ / ۶۶۰ء) نے یمن کے علاقے میں تبلیغ کے ذریعے اسلام کی اشاعت کی (معین الدین ندوی: خلفائے راشدین، ص ۲۸۴)۔ ان کے علاوہ تمام صحابہ رضی اللہ عنہم نے مختلف مقامات پر اسلام کی تبلیغ کی اور ان کی کوششوں سے ہزاروں افراد مسلمان ہوئے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا دور تبلیغ و اشاعت اسلام کا سنہری دور تھا۔ اس دور میں معلمین و مبلغین اسلام کو گرانقدر تنخواہوں کے ساتھ مختلف علاقوں میں مقرر کیا گیا تاکہ وہ غیر مسلموں کو اسلام قبول کرنے کی تبلیغ کریں اور مسلمانوں کو اسلام کے فرائض و احکام سکھائیں۔ حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ، حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ، حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو ملک شام میں، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو کوفہ میں، حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ، حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ، حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ کو بصرہ میں متعین فرمایا۔ (معین الدین ندوی: خلافت راشدہ، ص ۱۵۱-۱۵۲)۔ ان کی مساعی سے اسلام کی خوب اشاعت ہوئی۔ جنگ قادسیہ (۱۴ھ / ۶۳۵ء) کے بعد دیلم کی چار ہزار فوج نے اسلام قبول کیا۔ فتح جلولاء کے بعد بہت سے رؤساء مسلمان ہو گئے۔ عراق، شام، مصر میں بہت سے لوگوں نے اسلام قبول کیا۔ حفاظ، قراء، علماء کی تعداد میں اضافہ ہوا (حوالہ مذکور)۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ (م۳۵ء) بنفس نفیس غیر مسلموں کے سامنے تشریف لے جا کر تبلیغ فرماتے تھے (کتاب مذکور، ص ۲۴۸-۲۴۹)۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ (م۴۰ھ) کے دور (۳۵-۴۰ھ) میں بھی یہ کوششیں جاری رہیں۔" (30)

بنوامیہ کے دور میں تبلیغ کا یہ کام انفرادی اور نجی سطح پر چلتا رہا۔ اس میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی سرگرم عمل تھے اور تابعین رضی اللہ عنہم بھی۔ ان میں علی بن زین العابدین رضی اللہ عنہ (م۹۴ھ) حسن المثنی رحمۃ اللہ علیہ، عبداللہ المحض رحمۃ اللہ علیہ، سالم بن عبداللہ بن عمر (م۱۰۶) قاسم بن محمد ابی بکر رحمۃ اللہ علیہ (۱۰۷ یا ۱۰۸ھ)، سعید بن المسیب رحمۃ اللہ

علیہ (م ۹۴ھ) عروہ ابن الزبیر رضی اللہ عنہ (م ۹۴ھ) کے اسمائے گرامی قابل ذکر ہیں (ابوالحسن علی ندوی: تاریخ وعزیمت، ۱:۱۴،۱۵، مطبوعہ اعظم گڑھ، الزرکلی: الاعلام، بذیل مادّہ)۔(31)

مذکورہ بزرگوں میں قاسم بن محمد بن ابی بکرؒ تصوف کے مشہور سلسلہ ''نقشبندیہ'' کے سرخیل ہیں۔آپ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے تربیت یافتہ ہیں۔اس سے ثابت ہوتا ہے کہ صوفیاء کے پیش رو تبلیغ دین میں ممتاز حیثیت کے حامل ہیں۔

عمر ثانی حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ (۶۱۔۱۰۱ھ) نے ایک مرتبہ پھر جب خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کی تجدید کی تو جہاں بنوامیہ کی اختیار کردہ خلاف شریعت رسوم کا قلع قمع کیا وہاں انہوں نے تبلیغ واشاعت اسلام کی مہم کو تیز تر کرنے کے لیے والیوں اور حاکموں کو خطوط لکھے۔اس مہم کی غیر مسلموں کی طرف سے کافی پذیرائی ہوئی اور اتنی بڑی تعداد میں لوگ اسلام قبول کرنے لگے کہ عمال کو جزیہ کی رقم کے ختم ہونے کا اندیشہ پیدا ہوگیا، جس کی شکایت کے جواب میں عمر ثانی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ تعالی نے اپنے نبی کو مبلغ بنا کر بھیجا تھا، محصل بنا کر نہیں۔الغرض ان کے دور میں تدوین و احیاءِ سنت کے لئے قابل قدر کام ہوا (ابن العماد: شذرات الذھب، تاریخ دعوت وعزیمت، ص ۱۳ تا ۳۵)۔اس دور میں یوں تو حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ، محمد بن سیرین بصری رحمۃ اللہ علیہ (۱۱۰ھ) جیسے جلیل القدر علماء تبلیغ واسلام کے فرض کو بجالا رہے تھے مگر سب سے زیادہ جس ہستی نے یہ فرض انجام دیا ہے وہ امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ (۲۱۔۱۱۰ھ) ہیں۔ وہ محدث، واعظ اور فقیہ تھے۔ان کی تبلیغ ودعوت کے مخاطب زیادہ تر مسلمان ہی ہوتے تھے جنہوں نے اسلام تو قبول کر لیا تھا مگر اس پر عمل کرنے سے گریزاں تھے۔انہوں نے اپنے دور کے مرض (نفاق) کو پہچانا اور اس کا علاج کیا۔(الزرکلی: الاعلام، بذیل مادہ، تاریخ دعوت ص ۳۶ تا ۶۷)۔بنوعباس کے زمانے میں جب خلافت ملوکیت میں بدل گئی تو اس دور میں جن حضرات نے فریضہ تبلیغ ادا کیا ان میں حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۶۱ھ/۷۷۶ء)، فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ (۱۸۷/۸۰۳ء) جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ (م ۲۹۸ھ/۹۱۰ء)، حضرت معروف کرخی، بشر الحافی رحمۃ اللہ علیہ (م ۲۲۶ یا ۲۲۷ھ) جیسے اکابر کے نام قابل ذکر ہیں (تاریخ دعوت وعزیمت، ابن العماد: شذرات، ۱: ص ۵۷۔۵۸ ،الذھبی: تذکرہ)''(32) یہ تمام بزرگان دین مشہور ومعروف صوفیاء کرام ہیں جنہوں نے اپنی انفرادی کوششوں سے ملت اسلامیہ میں دینی اقدار اور تقویٰ وتزکیہ کی روایات کو باقی رکھا۔

ہندوستان میں تبلیغ دین کی ابتداء

صحابہ کرامؓ کے زمانے میں ہی اسلام کی نورانی کرنیں سرزمین عرب سے نکل کر بتکدۂ ہند کو منور کرنے لگیں۔مئے توحید کے متوالے، عشق رسالت کے عملی پیکر، صحبت نبوی کے فیض یافتہ اور اخروی، دائمی اور ابدی زندگی کے

طلبگار اپنے سروں پر کفن باندھ کر نکلے اور امن ومحبت، یقین وایمان اور عمل وکردار کا وہ بیج جو شجر رسالت سے حاصل کیا تھا برصغیر پاک وہند کی مٹی میں بودیا۔ محمد اسحٰق بھٹی لکھتے ہیں:

''برصغیر پاک وہند کے مختلف مقامات میں مسلمان بغرض جہاد ۱۵ ہجری میں حضرت عمر فاروق کے عہد خلافت میں آئے تھے۔ اس وقت رسول اللہ ﷺ کی وفات پر صرف چار سال کا عرصہ گزرا تھا اور وہ صحابہ کرام کا زمانہ تھا۔ بندرگاہ تھانہ، بھڑوچ، دیبل اور مکران کے دور دراز اور اجنبی علاقوں میں جہاد کا قصد دو چار آدمیوں ہی نے تو نہیں کیا ہوگا، ظاہر ہے اگر ہزاروں کی تعداد میں مجاہدین سینکڑوں کی تعداد پر ضرور مشتمل ہوں گے اور وہ سب کے سب رسول اللہ ﷺ کے صحابی تھے۔ ان خوش نصیب حضرات میں وہ بھی ہوں گے جنھوں نے آنحضرت ﷺ کی رویت وصحبت کی سعادت حاصل کی، اور مخضرم اور مدرک صحابی بھی ہوں گے۔ جہاد، تجارت، محنت مزدوری، کاروبار، تبلیغِ اسلام اور اشاعتِ دینِ اسلام کے سلسلے میں صحابہ کرام مختلف علاقوں اور مختلف بلاد وامصار میں پھیل گئے تھے۔ ان کا مسکن مکہ و مدینہ یا عرب کے بعض علاقے ہی نہ رہے تھے۔ تاریخ کی کتابوں سے ہمیں صرف پچیس صحابہ کے اسمائے گرامی کا پتا چل سکا ہے، جن کے مبارک قدم جہاد کے لئے برصغیر میں پہنچے، ورنہ خیال یہ ہے کہ بہت سے صحابہ یہاں تشریف لائے ہوں گے، جنہوں نے اس خطہ ارض کے مختلف مقامات کو اپنا مسکن ٹھہرایا ہوگا۔''(33)

علی اکبر خان قادری برصغیر میں دعوت اسلام کی ابتدا کا ذکر ان الفاظ میں کرتے ہیں:

ہندوستان اور ہندیوں کے ساتھ عربوں کے تعلقات ہزاروں برسوں سے بحری اسفار کے ذریعے استوار تھے۔ حضور نبی اکرم ﷺ کے بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہم اور دور صحابہ کے بہت سے دیگر مسلمان عرب بھی بحری اسفار اختیار کرتے تھے۔ ایسے ہی بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہم اور اوائل دور کے بہت سے مسلمان عربوں کے ذریعے اول اول حضور ﷺ کی نبوت کا چرچا اور اسلام کا پیغام ہندوستان تک پہنچا۔ خاص طور پر نبی پاک ﷺ کی مدنی زندگی کے آخری سالوں میں جبکہ اسلام ایک حکمران طاقت کے طور پر پورے عرب کو اپنے تسلط میں لے چکا تھا اور عرب کے لوگوں کی اکثریت دائرہ اسلام میں داخل ہو چکی تھی۔ اسلام کی روشنی مسلمان عرب تاجروں کے ذریعے ساحل ہند تک اب اپنی پوری آب وتاب کے ساتھ پہنچی۔ ہندی لوگ اسلام سے متاثر ہوئے بلکہ قرائن بتاتے ہیں کہ بہت سے ہندی لوگ اسلام قبول کر کے مسلمان ہو گئے تھے۔ چنانچہ ایک

ہندوستانی راجہ نے حضور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں اپنی عقیدت کے اظہار کے لئے زنجبیل (سونٹھ یا ادرک) کا تحفہ بھیجا جسے حضور ﷺ نے قبول فرمایا چنانچہ امام حاکم نے مستدرک میں اس واقعہ کو مشہور صحابی رسول حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے: ہندوستان کے ایک راجہ نے رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں زنجبیل (سونٹھ) کا بھرا ہوا ایک گھڑا تحفہ بھیجا، آپ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو اس کا ایک ایک ٹکڑا کھلایا اور مجھے بھی اس میں سے ایک ٹکڑا کھلایا۔'' اس طرح کے اور واقعات بھی تاریخ کے صفحات میں موجود ہیں۔(34)

صحابہ کرام علیہم الرضوان کے بعد تابعین اور پھر تبع تابعین، ازاں بعد دینی کام کی ذمہ داری جن برگزیدہ لوگوں نے اٹھائی وہ اسلام کے باطن میں موجود اس خودکار تربیتی نظام کے نتیجے میں سامنے آئے تھے جسے اللہ تعالیٰ نے اس کی سرشت میں ازل میں ہی رکھ دیا تھا۔ اب وہی کام جس کی ذمہ داری انبیاء کرام علیہم السلام کو تفویض کی گئی تھی اور جسے صحابہ نے خوب نبھایا تھا یعنی تزکیۂ نفس، تبلیغ دین، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر، اسے صوفیاء نے اختیار کرلیا۔ وہ انبیاء علیہم السلام کے سچے جانشین ٹھہرے۔ انہوں نے امور سلطنت سے لاتعلق ہوکر اصلاحِ امت اور تبلیغ دین کا کام کیا اور اپنی خانقاہوں کو مراکز تبلیغ بنایا۔ اس طرح عالم اسلام میں خانقاہوں کا ایک نظام وجود میں آ گیا۔ مولانا اسید الحق محمد عاصم قادری لکھتے ہیں:

(۱) رشد و ہدایت، اصلاح احوال، تزکیہ نفس اور تصفیۂ باطن یہ وہ بنیادی مقاصد ہیں جن کے لئے خانقاہی نظام کو رائج کیا گیا تھا۔

(۲) تبلیغ اسلام اور اصلاح معاشرہ میں خانقاہوں کا کردار اتنا عظیم اور روشن ہے کہ اسلام کی تبلیغ و اشاعت اور اصلاح امت کی کوئی بھی تاریخ خانقاہ کے بوریہ نشینوں اور صوفیائے کرام کے تذکرہ کے بغیر ادھوری ہے، بالخصوص برصغیر ہندو پاک میں آج جو توحید و کلمہ کی صدائیں گونج رہی ہیں یہ انہیں خانقاہوں کی دعوتی اور تبلیغی مساعی کا نتیجہ ہیں، تصوف اور اہل تصوف کے سخت ترین مخالف بھی دبی زبان ہی سے سہی مگر اس تاریخی حقیقت کا اعتراف کرنے پر مجبور ہیں۔

(۳) موجودہ زمانے میں دعوت و تبلیغ کے پس منظر میں خانقاہی نظام کی افادیت مفقود نہیں ہوئی ہے بلکہ اور اجاگر ہوئی ہے۔ آج ہمیں اس نظام کی اتنی سخت ضرورت ہے جتنی شاید اس سے پہلے کبھی نہیں تھی۔ ہاں خانقاہی نظام کا وہ کردار مفقود ہو گیا جو ماضی میں اس کا امتیاز رہا ہے۔ ورنہ چوتھی صدی ہجری سے لے کر آج تک دعوت و تبلیغ اور اصلاح احوال کا اس سے بہتر اور مؤثر طریقہ پیش نہیں کیا جا سکا۔(35)

برصغیر پاک ہند میں تبلیغ دین کے لئے صوفیاء نے دنیا کی مختلف جگہوں سے رخت سفر باندھا اور بے سروسامانی کے عالم میں، محض جذبۂ ایمانی اور توکل علی اللہ کو زادراہ بنا کر ہندوستان میں وارد ہوئے۔ ٹی۔ ڈبلیو۔ آرنلڈ لکھتے ہیں:

''ابتدائی دور کے بزرگان دین میں سے ایک بزرگ شیخ اسماعیل ہیں جو بخارا کے سادات عظام میں سے تھے اور دینی و دنیوی علوم میں اعلیٰ دستگاہ رکھتے تھے ان کی نسبت کہا جاتا ہے کہ وہ پہلے مبلغ اسلام تھے جو 1005ء میں لاہور کے شہر میں وارد ہوئے اور وہاں اسلام کی تبلیغ میں مصروف ہوئے۔ ان کی مجلس وعظ میں لوگ بکثرت شریک ہوتے تھے اور نو مسلموں کی تعداد ہر روز بڑھتی رہتی تھی۔ کہتے ہیں کہ جو شخص ایک مرتبہ ان کے وعظ میں آتا تھا وہ اسلام قبول کئے بغیر واپس نہ جاتا تھا۔(36)

صوفیاء نے اپنے رہن سہن اور اکل وشرب کو انتہائی سادہ رکھا، انہوں نے اپنی زندگیوں میں آنے والی نسلوں کے لئے بہت قابل ستائش نمونے چھوڑے۔ بقول سید خورشید احمد گیلانی اگر انصاف کی نظر سے صوفیاء کرام کی زندگیوں کا جائزہ لیا جائے، تو صوفیاء کی زندگی آرام و آسائش، عافیت اور اطمینان کی نہیں بلکہ جدو جہد اور کشمکش کی زندگی دکھائی دیتی ہے، نامساعد فضا، ناسازگار ماحول، نامانوس آب و ہوا اور ناخوشگوار حالات میں دینی و ملی فرائض کی انجام دہی صوفیاء کرام کا کام ہے، کٹھن حالات میں جو سخت کام صوفیاء کرام نے کیا ہے، اس کا تصور بھی انسان کو لرزا دیتا ہے اور صوفیاء کرام کی محنت، سخت کوشی اور اخلاص و ایقان کا قائل بنا دیتا ہے۔ برصغیر پاک و ہند میں اشاعت اسلام کا سہرا صوفیاء کرام کے سر ہے، صوفیاء کی کوششوں کا ذکر کیے بغیر برصغیر کی اشاعت اسلام کی تاریخ مکمل نہیں ہوتی لیکن جن حالات میں صوفیاء نے اشاعت اسلام کا کام سرانجام دیا اسے وہی شخص جان سکتا ہے جسے ہندوستان کی اخلاقی اور معاشرتی حالت کا کما حقہ علم ہو، خداؤں کی حد سے بڑھی ہوئی کثرت، جنسی خواہشات کی بحرانی کیفیت، طبقاتی تقسیم اور معاشرتی امتیازات کی لعنت کے دور میں توحید پرستی کا درس، ضبطِ نفس کی تلقین اور انسانی وحدت و اخوت کا پیغام جس جاں گسل اور صبر آزما محنت کا متقاضی ہے اسے ہر شخص بخوبی جانتا ہے اور صوفیاء نے یہی کچھ کیا ہے، دلوں میں ایک خدا کے لئے جذبہ عبادت اور محبت کردار میں پاکیزگی اور عفت اور انسانوں کے مختلف طبقات میں وحدت و مودت پیدا کر کے صوفیاء نے تاریخ کا رخ موڑ دیا۔''(37) ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم نے بھی ''قطب الہند'' میں ایسے ہی خیالات کا اظہار کیا ہے۔(38)

بایں ہمہ بعض حضرات کو اس بات پر اصرار ہے کہ برصغیر میں اسلام مسلمان تاجروں اور اسلامی فاتحین کے ذریعے سے پھیلا ہے۔ دراصل ایسے خیالات کو ان لوگوں نے زیادہ پروان چڑھایا ہے جو نظریاتی اعتبار سے تصوف اور صوفیا کے مخالف ہیں۔ مزید برآں ان کے مؤقف کو ان تاریخی حوالوں سے بھی تقویت ملتی ہے جو تبلیغ اسلام کی تاریخ بیان

کرتے ہوئے مؤرخین نے اپنی کتب میں درج کیے ہیں۔جیسا کہ ٹی۔ڈبلیو۔آرنلڈ نے لکھا ہے:

''گرم مسالوں، ہاتھی دانت اور جواہرات وغیرہ کی جو تجارت سیکڑوں برس سے ہندوستان اور یورپ کے درمیان عربوں اور ایرانیوں کے ذریعے رائج تھی، اس کی وجہ سے جنوبی ہندوستان کے مغربی ساحل پر اسلام کا اثر بدستور جاری رہا۔باہر کے لوگوں کی مسلسل آمد سے وہاں کے تجارتی شہروں میں ایک مخلوط آبادی پیدا ہوگئی جو آدھی ہندو اور آدھی عربی ایرانی تھی۔ان مسلمان تاجروں اور وہاں کے ہندو راجاؤں کے درمیان دوستانہ تعلقات قائم تھے۔چنانچہ یہ حکمران مسلمان تاجروں کی حفاظت اور سرپرستی کرتے تھے کیونکہ ان ہی کے دم قدم سے ان کے ہاں تجارت کا بازار گرم رہتا تھا جس کے نتیجے میں وہاں کے لوگ خوش حال تھے۔(زین الدین، ص: ۳۴،۳۵)۔چنانچہ یہ راجے اسلام کی اشاعت میں کسی قسم کی رکاوٹ نہیں ڈالتے تھے بلکہ جو مقامی لوگ مسلمان ہو جاتے تھے، ان کی غیر ملکی تاجروں کی طرح عزت کرتے تھے۔اسلام لانے سے پہلے یہ نومسلم سماج کی نیچ ذاتوں سے تعلق رکھتے تھے۔''(39)

اگر چہ عربوں کے ہندیوں کے ساتھ تجارتی تعلقات قدیم زمانے سے ہی چلے آرہے تھے، اور اوائل میں اسلام کا پیغام بھی ان مسلمان تاجروں کے ذریعے ہندوستان میں پہنچ چکا تھا جیسا کہ گذشتہ سطور میں گزرا ہے، لیکن جب صوفیاء نے وسیع پیمانے پر دعوت اسلام کا کام کرنے کے لئے ہندوستان کا رخ کیا تو انہوں نے تاجروں کا روپ دھارا۔یہ تاجر جن کا ذکر ٹی ڈبلیو۔آرنلڈ نے کیا ہے درحقیقت صوفیاء کرام ہوا کرتے تھے اور تجارت سے ان کا مقصد صرف تبلیغ دین ہوتا تھا۔ پروفیسر محمد سعید لکھتے ہیں:

''نقشبندی، چشتی اور قادری بزرگوں کے متعلق تاریخ سے معلوم نہیں ہو سکا کہ تجارت یہ بزرگ فریضہ دعوت انجام دیتے رہے ہیں لیکن سہروردی تبلیغی مقاصد کے لئے تجارت اور زراعت کرتے رہے ہیں جیسا کہ حضرت بہاؤالدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ نے علامہ خلائق کو فائدہ پہنچانے کی غرض سے زراعت و تجارت کے کام کو رفتہ رفتہ بڑھایا۔اطراف ملتان میں جہاں کہیں اچھا قطعہ ہوا۔ افتادہ جنگلوں کو آباد کرایا، چاہات اور نہریں احداث کرائیں۔اور تجارت کی طرف بھی حضرت نے بہت توجہ فرمائی۔(شیخ محمد اکرام، آب کوثر، ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور۔ص:۲۵۶)''دریا اور سمندر کے ذریعے بڑی کشتیوں پر سامانِ تجارت سکھر، بھکر، منصوری اور پھر وہاں سے عراق، عرب اور مصر تک جاتا تھا۔یہ تو آپ سمندری اور دریائی راستے سے سامان تجارت روانہ فرماتے تھے۔

اس کے علاوہ خشکی کے راستے کابل، ایران، دہلی، لاہور اور دکن حیدر آباد سے آپ کی تجارت ہوئی تھی۔ (مولانا نور احمد خاں فرید، تاریخ ملتان، ص:۱۴۲) دراصل وسیع علاقے تک تجارتی کاروبار پھیلا ہوا تھا یعنی انڈونیشیا سے لے کر مصر تک تجارت تھی۔ اسلامی مبلغین سوداگرین روانہ ہونے لگتے تو مندرجہ ذیل ہدایات فرماتے تھے:

(۱) دیکھو تم ایک سوداگر کی حیثیت سے جارہے ہو۔ تجارت کے بارے میں اسلام کے زرین اصولوں کو ہمیشہ پیش نظر رکھنا۔

(۲) چیزوں کو کم منافع پر فروخت کرنا۔

(۳) خراب چیزیں ہرگز فروخت نہ کرنا۔ بلکہ انہیں تلف کردینا۔

(۴) خریدار سے انتہائی اخلاق اور شرافت سے پیش آنا۔

(۵) جب تک لوگ آپ کے قول و کردار کے گرویدہ نہ ہوجائیں ان پر اسلام پیش نہ کرنا۔ (فوائد الفواد، اردو ترجمہ حسن نظامی، اردو اکادمی، دہلی، ص:۸۰۳)

یہ تھے وہ اصول جو وہ اپنے مبلغ تاجروں کو عطا کرتے تھے۔ اس سے اپنی اور متعلقین کی معیشت کو بہتر بنایا۔ اور دین اسلام کو پھیلانے اور دور دراز علاقوں تک پہنچانے میں آپ نے بڑے منظم طریقہ تجارت سے کام لیا تھا۔" (40)

برصغیر میں جن مسلمان پادشاہوں نے لشکرکشی کی ان کا جہاد فی سبیل اللہ کا نظریہ کم اور کشور کشائی و مال غنیمت کا مطمع نظر زیادہ معلوم ہوتا ہے۔ لیکن ان کی فتوحات نے صوفیاء کا کام ضرور آسان کردیا اور ان فاتحین کے اسلامی ہونے سے اسلام کی ترویج و اشاعت میں مدد ہوئی۔ سیاسی اعتبار سے اسلام جب فاتحین کا مذہب ٹھہرا تو عوام میں اس کی مخالفت کم ہوگئی۔ خود ٹی۔ ڈبلیو آرنلڈ ہی کا بیان ہے:

> "لیکن معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان کے ان مسلمان فاتحین میں لوگوں کو مسلمان کرکے ان کی آخرت کی بھلائی چاہنے کا جذبہ بہت کم تھا جو ایک سچے مبلغ کے دل میں موجزن ہوتا ہے اور جس کی بدولت اسلام کو بڑی شاندار روحانی فتوحات حاصل ہوئی ہیں۔ خلجی (1290 سے 1320 عیسوی)، تغلق (1320 سے 1412 عیسوی) اور لودھی (1451 سے 1526 عیسوی) خاندانوں کے حکمران لڑائیوں میں عموماً ایسے مشغول رہے کہ انہیں دین اسلام کے مفاد کی طرف توجہ کرنے کی مہلت نہ ملی یا ان کو تبلیغ کی جگہ اپنی رعایا سے خراج وصول کرنے کا زیادہ خیال رہا۔" جن مسلمان فاتحین نے شمالی ہندوستان اور دکن میں سلطنتوں کی بنیاد ڈالی، ان کی

روحانی اور مذہبی معاملات کی طرف توجہ بہت کم تھی۔ وہ ملکی فتوحات یا خانہ جنگیوں میں اس قدر مصروف تھے کہ ان کو مذہب کی تبلیغ کی مطلق فرصت نہ تھی۔ یہ لوگ بالعموم وحشی، تاتاری یا مغل تھے ،جن کو خود دین محمدی ﷺ کا بہت کم علم تھا۔ وہ اس سامی جذبے سے عاری تھے جو اسلام کے اولین علمبرداروں کے سینوں میں موجزن تھا۔ جو سلطنت انہوں نے قائم کی وہ خالصتاً فوجی نوعیت کی تھی اور اس کی یہ نوعیت بدستور قائم رہی کیونکہ کہ ان کی ملکی فتوحات کبھی تکمیل کو نہ پہنچی، ان کی روحانی فتح (اشاعت اسلام بھی قدرے ناکام رہی لیکن ان میں اتنی قوت ضرور تھی کہ انہوں نے ہندوؤں کے مذہبی اتحاد کو روک دیا اور منکشف قبیلوں کو ایک قوم نہ بننے دیا۔ ہندوستان کے لوگوں کو مسلمان بنانا تو بڑی بات تھی ، مسلمان خود بھی حکومت کے تمام عہدوں پر بلا شرکت غیر قابض نہ ہو سکے (سر ایلفریڈ سی لائل: ایشیاٹک سٹڈیز، صفحہ 289، لندن 1882)''(41)

محمد قاسم فرشتہ نے اپنی تاریخ میں ایک متقی اور پرہیزگار شخص کا واقعہ درج کیا ہے۔ اس نے قیدی ہو کر اس سرکش قوم کو اسلام کے نور سے منور کر دیا۔ اس کے انداز تبلیغ سے صاف پتہ چلتا ہے کہ وہ ایک صوفی تھا، کیونکہ صوفیاء کے ہاں تبلیغ دین کے اس انداز کی بکثرت مثالیں موجود ہیں۔ محمد قاسم فرشتہ رقمطراز ہیں:

''سلطان شہاب الدین کے آخری زمانے میں ایک متقی و پرہیزگار مسلمان ان کھکروں کے ہاتھوں گرفتار ہوا اس نیک خدا پرست نے ان بے دینوں کو مذہب اسلام کی خصوصیات اور عبادت اسلامی کے طریقے بتائے۔ چونکہ اس قوم کی ہدایت کا وقت آچکا تھا اس لیے کھکروں کے امیر کو یہ باتیں پسند آئیں اس نے اس پاک باز مسلمان سے پوچھا ''اگر میں مذہب اسلام قبول کرنے کے لئے سلطان شہاب الدین کی خدمت کی حاضر ہوں تو وہ میرے ساتھ کیا برتاؤ کرے گا؟'' اس مسلمان نے جواب دیا ''میں تمہیں اس امر کا یقین دلاتا ہوں کہ بادشاہ تجھے اس عالم میں دیکھ کر بہت خوش ہوگا اور اس کوہستان کی حکومت تیرے سپرد کر دے گا اور تجھے یہاں کا خود مختار حاکم مان لے گا۔'' (اس گفتگو کے بعد) کھکروں کے امیر نے حلقہ بگوش اسلام ہونے کی خواہش ظاہر کی۔ اس مرد مومن نے تمام کیفیت ایک خط میں درج کر کے سلطان شہاب الدین کو حالات سے باخبر کیا۔ یہ خط ملتے ہی سلطان شہاب الدین نے ایک مرصع کمر بند اور گراں بہا خلعت امیر کے لئے بھجوائی اور اسے اپنے دربار میں طلب کیا۔ کھکروں کا امیر شہاب الدین کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف بہ اسلام ہوا۔ شہاب الدین نے اس کے نام کوہستانی علاقوں کی فرمانروائی کا فرمان جاری

کر دیا۔ اپنے وطن واپس آ کر اس امیر نے اپنی قوم کے بڑے حصے کو مسلمان کر لیا لیکن وہ تھوڑے سے کھکر جو دور دراز علاقوں میں آباد تھے اپنے آبائی مشرب کے پابند رہے۔" (42)

سہروردیہ سلسلے کی تبلیغ

سہروردیہ سلسلے کے صوفیاء نے جس طرح حکمت عملی سے کام لیا اور دعوت اسلام کو ایک غیر محسوس طریقے سے ہندوستانی عوام تک پہنچایا وہ اپنی مثال آپ ہے۔ حضرت بہاؤالدین زکریا ملتانی نے اپنے تربیت یافتہ درویشوں کو جماعتوں، قافلوں اور وفود کی صورت میں روانہ کیا اور ایک منظم تبلیغی سلسلہ قائم فرمایا۔ محمد میاں صدیقی لکھتے ہیں:

"حضرت شیخ کا یہ معمول تھا کہ جماعتوں پر کرائے اور کھانے پینے کا اخراجات کا بوجھ نہیں ڈالتے تھے بلکہ تمام خرچ خود برداشت کرتے، جماعتوں کو سامانِ تجارت خرید دیتے جماعتیں ہر پڑاؤ پر بازار سجا لیتیں اور بنجارے طرح طرح کی دکانیں لے بیٹھتے۔ ان مجالس کا عجیب رنگ ہوتا، ایک طرف علماء ہزاروں کے ہجوم میں قرآن وسنت کی تبلیغ اور وعظ میں مصروف ہوتے۔ دوسری طرف جھاڑیوں اور درختوں کے دامنِ عافیت میں عارفانِ حق کے حلقے دکھائی دیتے جہاں زنگ آلود دلوں کو آئینہ کر کے طاعتِ الٰہی اور عباداتِ شرعیہ کے لیے تیار کیا جاتا اور ان سب سے الگ صحرا کی وسعتوں میں نوجون گھوڑ دوڑ، نیزہ بازی اور شمشیر زنی کے مظاہرے کرتے نظر آتے تا کہ حق کی راہ میں نوجوان تن من کی بازی لگا سکیں اور اس کے لیے ہر وقت تیار رہیں۔" (43)

ٹی ڈبلیو۔ آرنلڈ نے سلسلہ سہروردیہ کے بزرگ سید جلال الدین بخاریؒ، ان کے قرب میں موجود حسن کبیر الدینؒ اور پانی پت کے عظیم صوفی بوعلی قلندرؒ کی تبلیغی خدمات کا ان الفاظ میں ذکر کیا ہے:

"ہندوستان کی اسلامی تاریخ میں سید جلال الدین کی آمد بہت اہمیت رکھتی ہے جو 1199ء میں بخارا میں پیدا ہوئے تھے۔ آپ نے 1244ء میں اچ کے مقام پر سکونت اختیار کی جو آج کل بہاولپور کے علاقہ میں واقع ہے۔ آپ نے اس کے قرب و جوار میں بہت سے لوگوں کو مسلمان کیا۔ سید جلال الدین نے 1262ء میں وفات پائی۔ آپ کی اولاد جن میں بہت سے لوگ اولیاء میں شمار ہوتے ہیں۔ آج تک آپ کے مزار کی متولی چلی آ رہی ہے اور اس کا مذہبی اثر دور دور کے علاقوں تک پھیلا ہوا ہے۔ ان کے پوتے سید احمد کبیر "مخدوم جہانیاں" کے لقب سے مشہور ہیں اور ان کے بارے میں مشہور ہے کہ انہوں نے پنجاب کے کئی قبیلوں کو مسلمان کیا تھا۔ (پنجاب اسٹیٹس گزیٹئر جلد 136، بہاولپور، اسٹیٹ لاہور 1908، ص 160۔ مخدوم جہانیاں نے جن

قبیلوں کو دائرہ اسلام میں داخل کیا ان کی فہرست ص 162 پر درج ہے۔) اچ کے مشرق میں کوئی ایک میل کے فاصلے پر حسن کبیر الدین کا مزار ہے جو سید صدر الدین کے بیٹے تھے اور سید صدر الدین، سید جلال الدین کے ہمعصر تھے۔ کہتے ہیں کہ سید صدر الدین اور ان کے بیٹے دونوں نے بہت سے لوگوں کو مسلمان کیا تھا۔ حسن کبیر الدین کی قوت تاثیر کے متعلق مشہور ہے کہ جیسے ہی کسی ہندو پر ان کی نگاہ پڑتی وہ فوراً اسلام قبول کر لیتا تھا۔ (پنجاب اسٹیٹس گزیٹر جلد 36اے، بہاولپور اسٹیٹ، ص 171) تیرھویں صدی عیسوی کے آخر میں ایک بزرگ بوعلی قلندر نے جو عراق عجم کے رہنے والے تھے، پانی پت میں آ کر سکونت اختیار کی اور سو سال کی عمر پا کر 1324ء میں انتقال کیا۔ اس شہر کے مسلمان راجپوت، جن میں تین سو مرد ہیں، ایک شخص امیر سنگھ کی اولاد سے ہے، جس کو اسی ولی نے مسلمان کیا تھا۔ لوگ ان کے مزار کی آج تک بہت تعظیم کرتے اور اس کی زیارت کو جاتے ہیں۔" (44)

چشتیہ سلسلے کی تبلیغ

چشتیہ سلسلہ کے پیشوا خواجہ معین الدین چشتیؒ نے تبلیغ اسلام میں نمایاں خدمات سرانجام دیں اور برصغیر میں لاکھوں ہندوؤں کو مسلمان کیا۔ شاہ محمد حسن "حقیقت گلزار صابری" میں آپؒ کی تبلیغی مساعی کے حوالے سے رقمطراز ہیں:

"تاریخ 13 صفر 571ھ تک خاص شہر سیالکوٹ میں سترہ سو آدمی مشرف باسلام ہوئے اور آپ کے ورودِ مسعود کی خبر فرحت اثر ہر چہار طرف شہرت پذیر ہوئی کہ ایک بزرگ پاک صورت، نیک سیرت عرب سے ہندوستان میں تشریف لائے ہیں جو ان کی صورتِ مقدس کو دیکھتا ہے فی الفور مسلمان ہو جاتا ہے۔ بعدہٗ تاریخ سترھویں ماہ رجب 572ھ کو بروز دوشنبہ حضرت خواجہ غریب نواز سیالکوٹ سے قلات میں تشریف لائے اور آپ کے فیض و ہدایت وارشاد سے قلات کے 1967 آدمیوں نے شرف اسلام قبول کیا۔ پھر حضرت خواجہ غریب نواز نے قلات سے پشاور کو مراجعت فرمائی۔ تاریخ سولھویں ماہ شوال 573ھ کو بروز جمعہ حضرت خواجہ غریب نواز نے پشاور میں نزولِ رحمت فرمایا اور بعرصہ چند وہاں 2795 مسلمان ہوئے۔ ان ایام میں سلطان معز الدین محمد سام غوری رائے پتھورا سے مصروفِ جنگ تھا۔ تاریخ سترھویں ماہ محرم 574ھ کو بروز سہ شنبہ حضرت خواجہ نواز شہنشاہ ہندالولی آمیر میں داخل ہوئے۔ اور بعد قیام چند ماہ کے آخر سنہ مذکور میں بحکم حضرت سید عالم ﷺ حضرت قطب الاقطاب خواجہ قطب الدین بختیار کاکی اولین

الارواح کو خلافت کلی شہنشاہی، ولایت علو العزم والمرتبہ مرحمت فرما کر مثل اپنے کر دیا اور گرد و نواح آمیر میں تین ہزار نوسو بائیس (3922) آدمی آپ کے دست حق پرست پر مسلمان ہوئے۔ آپ کی شہرت اور ترقی اسلام سن کر راجہ آمیر نے ایک عرضی آپ کے حضور میں بھیجی کہ حضور عالی مجھ سے کثیر التعداد روپیہ نقد اور جواہرات لے کر آمیر سے تشریف لے جائیں۔ حضرت خواجہ غریب نواز نے عرضی ملاحظہ فرما کر ارشاد فرمایا کہ فقیر بحکم خدا ترقی اسلام کے واسطے آیا ہے تیرے روپیہ اور جواہرات کی فقیر کو کچھ پرواہ نہیں ہے، جب خدا کا حکم ہوگا، فقیر چلا جائے گا۔ تاریخ ستائیسویں ماہ صفر 576ھ کو بروز سہ شنبہ حضرت خواجہ غریب نواز آمیر سے اجمیر میں رونق افروز ہوئے اور زیرِ قلعہ تاراگڑھ قیام فرمایا۔ سادی دیوا اور جے پال مسلمان ہوئے۔ ان کے بڑے وقائع ہیں جو بوجہ طوالت قلم انداز کئے گئے۔ (حقیقت گلزارِ صابری، شاہ محمد حسن صابری چشتی رام پوری ،ص:553، مکتبہ صابریہ غوثیہ روڈ قصور) حضرت خواجہ غریب نواز اتمام حجت فرما کر بحکم باطن اجمیر شریف سے نہضت فرمائے لاہور آئے۔ تاریخ پانچویں ماہ ذوالحجہ 577ھ کو چہار شنبہ کے دن لاہور کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے رشک ارم بنایا۔ اور چند روز کی دعوت اسلام اور تلقین و ہدایت کے باعث 528700 مرد و زن مسلمان ہوئے۔ (حقیقت گلزارِ صابری، شاہ محمد حسن صابری چشتی رام پوری، ص:556، مکتبہ صابریہ غوثیہ روڈ قصور) اس کے بعد حضرت خواجہ غریب نواز دہلی تشریف لائے۔ آپ کے فیضِ ہدایت سے عرصہ ایک سال میں 27778 مرد و زن مسلمان ہوئے اور تین سو آدمی طریقت میں داخل ہوئے۔ تاریخ بارہویں ماہ محرم 578ھ کو بروز چہار شنبہ حضرت خواجہ غریب نواز لاہور سے ملتان میں جلوہ بخش ہوئے اور فیض ارشاد شریعت و طریقت کے باعث ملتان میں 72999 مرد و زن مسلمان و مرید ہوئے۔" (45) ڈاکٹر غلام یحیٰ انجم نے بھی اس کا ذکر کیا ہے۔ (46)

ٹی ڈبلیو آرنلڈ نے بابا فرید الدین گنج شکرؒ کی تبلیغی خدمات بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ سولہ قومیں ان کے وعظ و نصیحت سے مسلمان ہوئیں، مزید برآں خواجہ اجمیریؒ کی تبلیغی مساعی کا ذکر کرتے ہوئے تحریر کیا ہے کہ خواجہ صاحب جب مدینہ منورہ کی زیارت کو گئے تو وہاں آپ کو ہندوستان کے کفار میں تبلیغ اسلام کا حکم ملا۔ رسول خدا ﷺ ان کے خواب میں تشریف لائے اور ان سے فرمایا خدا نے ہندوستان کا ملک تیرے سپرد کیا وہاں جا اور اجمیر میں سکونت اختیار کر۔ خدا کی مدد سے دین اسلام تیرے اور تیرے ارادت مندوں کی پرہیزگاری سے اس سرزمین میں پھیل جائے گا۔ (47)

قادریہ سلسلے کی تبلیغ

جس زمانے میں چشتیہ اور سہروردیہ سلسلے کے صوفیاء برصغیر پاک وہند میں اسلام کی تبلیغ واشاعت میں سرگرم عمل تھے۔اسی زمانے میں قادریہ سلسلہ کے بزرگان بھی ہندوستان میں تبلیغ دین کی غرض سے وارد ہوئے چنانچہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی المعروف غوث الاعظمؒ کے بیٹے سیف الدین عبدالوہاب جیلانی بھی خواجہ معین الدین چشتی اجمیری کے ساتھ ہندوستان آئے اور ناگور (راجھستان) میں قیام فرمایا۔آپ کا آستانہ آج بھی اس سرزمین پر ''درگاہ بڑے پیر'' کے نام سے مشہور ہے۔(48)

قادریہ سلسلے کی تبلیغی، علمی اور روحانی سرگرمیوں کو تاریخ پاک وہند میں بڑی نمایاں شہرت ہوئی۔زمانہ وسطیٰ میں ہندوستان میں مرکزی حکومت کی کمزوری کے علاوہ مذہبی انتشار کا بھی زمانہ تھا،لیکن سیاسی استحکام اور اسلامی علوم کی اشاعت کے ساتھ حالات سدھر گئے۔اس اصلاح حالات میں ایک نئے صوفیانہ سلسلے سے بھی مدد ملی جس نے شمالی ہندوستان بالخصوص پنجاب اور سندھ میں بڑا اقتدار حاصل کیا اور جس کا اثر آج بھی کسی دوسرے خانوادہ کے اثر سے کم نہیں۔(49)

نقشبندیہ سلسلے کی تبلیغ

دسویں صدی ہجری کے اختتام پر ایک نقشبندی صوفیاء نے برصغیر پاک وہند کی طرف توجہ فرمائی۔حضرت خواجہ محمد الباقیؒ ہندوستان میں حضرت خواجگی امکنگیؒ کی ہدایت وخلافت لے کر پہنچے۔پہلے ایک سال لاہور میں قیام کیا۔پھر دہلی آ گئے اور سلسلہ نقشبندیہ کے خانقاہی نظام کی بنیاد رکھی۔(50) آپ کی تبلیغی مساعی کا خلاصہ اور کمال حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانیؒ کی صورت میں ظاہر ہوا۔خواجہ محمد الباقیؒ نے شیخ احمد سرہندیؒ کی روحانی تربیت کر کے 1008ھ میں انہیں خلافت عطا کر دی اور تبلیغ وتربیت کی ذمہ داری انہیں سونپ دی۔(51) حضرت مجدد الف ثانیؒ نے تبلیغی سلسلے کو نہ صرف برصغیر پاک وہند میں پھیلایا بلکہ اپنے مریدین وخلفاء کو دوسرے ممالک میں بھیج کر تبلیغی اور روحانی سلسلے کی اشاعت کی۔مفتی محمد صدیق ہزاروی رقمطراز ہیں:

> ''1015ء میں جب دور دراز ممالک کے متعدد علماء ومشائخ آپ کے حلقہ ارادت میں شامل ہوئے تو آپ نے شیخ احمد برکی علیہ الرحمتہ کو خلافت سے سرفراز فرما کر تبلیغ دین متین کی خاطر ان کو وطن بھیج دیا۔تھوڑے ہی عرصہ میں خراسان، بدخشاں اور توران کے ہزاروں افراد آپ کے حلقہء ارادت میں شامل ہو گئے۔آپ نے مولانا صالح کولابی علیہ الرحمتہ کو خلافت دے کر طالقان میں تبلیغ کے لیے روانہ فرمایا اور مولانا قاسم علی رحمتہ اللہ علیہ کو خلافت سے نواز کر ماوراء النہر

بھیجا۔ 1017ھ میں آپ نے حضرت خواجہ پیر محمد نعمان کو خلافت سے نواز کر علاقہ دکن کی تبلیغ پر مامور فرمایا۔ 1022ھ میں سرتاج العلماء اور صاحب تصانیف کثیرہ علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی رحمتہ اللہ علیہ آپ کے حلقہء ارادت میں شامل ہوئے۔ یقیناً ان کا آپ کے حلقہ ارادت میں شامل ہونا آپ کے نظام تبلیغ میں مزید وسعت کا باعث بنا۔ اسی سال اکبر آباد کے ایک بزرگ شیخ حمید کو اجازت وخلافت سے نواز کر بنگال میں تبلیغ دین پر مامور فرمایا۔ 1026ء میں حضرت مجدد علیہ الرحمتہ نے غیر ممالک میں مختلف تبلیغی وفود بھیجے۔ چنانچہ آپ نے مولانا محمد قاسم علیہ الرحمتہ کی سرکردگی میں ستر آدمی ترکستان بھیجے۔ مولانا فرخ حسین کی ماتحتی میں چالیس حضرات کو عرب، یمن، شام اور روم بھیجا گیا۔ مولانا محمد صادق کابلی کی نگرانی میں دس آدمی کاشغر بھیجے اور شیخ احمد برکی کے ساتھ اپنے تیس خلفاء کو توران، بدخشاں اور خراسان میں تبلیغ کی غرض سے بھیجا۔ آپ نے صرف عوام الناس کو تبلیغ کرنے پر اکتفاء نہ کیا بلکہ شاہی لشکر کی ذہن سازی اور اصلاح کی طرف بھی توجہ فرمائی۔ چنانچہ آپ نے 1027ھ میں اپنے خلیفہ شیخ بدیع الدین کو شاہی لشکر میں تبلیغ کے لیے روانہ فرمایا اور اس کا خاطر خواہ نتیجہ نکلا۔ (تجلیات امام ربانی: ص98-100) جب جمادی الآخر 1028ھ مئی 1619ء میں آپ کو گوالیار کے قلعہ میں قید کیا گیا تو آپ نے وہاں بھی اپنا سلسلہ تبلیغ جاری رکھا اور قلعہ میں بند سینکڑوں ہندو آپ کی تبلیغ سے متاثر ہو کر مشرف باسلام ہوئے۔ ایک ذہین اور فکر رسا کا مالک مبلغ اس بات کو بھی نظر انداز نہیں کرتا کہ تبلیغ دین کو مؤثر بنانے کے لیے دلوں کی زمین کو ہموار کر کے اس میں تبلیغ کا بیج بونا ضروری ہے۔ اس لیے آپ نے حکمت عملی پر عمل کرتے ہوئے ایک ایسا نظام تبلیغ اپنایا جس کے نتیجے میں برپا ہونے والے انقلاب نے ترویج دین کا کام آسان کر دیا۔ جب آپ گوالیار کے قلعہ میں قید تھے تو اس دوران مہابت خاں نے جہانگیر کو گرفتار کیا۔ آپ نے مہابت خان کو سختی سے ہدایت کی کہ فتنہ وفساد ختم کر کے بادشاہ کی اطاعت کرو۔ چنانچہ مہابت خان نے بادشاہ کو رہا کر دیا اور گستاخی کی معافی بھی مانگ لی۔ (شیخ سرہند، ص:35) یہ آپ کا پرحکمت نظام تبلیغ تھا جس نے جہانگیر کے لوہے کی طرح سخت دل کو موم کی طرح نرم کر دیا اور جب اس نے آپ کو اپنے ہاں دعوت دی تو آپ نے ترویج دین کے سلسلے میں اپنے وہ تمام مطالبات جن کا شعائر اسلام سے تعلق تھا منوا لیے۔ (52)

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ کو اس اعتبار سے ایک نرالی شان نصیب ہے کہ آپ باطن میں سیدنا صدیق

اکبرؒ کی نسبت سے بہرہ یاب ہیں اور باعتبار نسب حضرت فاروق اعظم کی اولاد میں سے ہیں۔ بالفاظ دیگر آپ ظاہری و باطنی طور پر حضرات شیخین کریمین کی عظمت وشان کے وارث ہیں۔ آپ نے سنت نبوی کی ترویج، دین قیم کے احیاء اور بدعات فاسدہ کے ازالہ کو عمر بھر شعار بنائے رکھا اور اس سلسلہ میں کسی قسم کی مداہنت کو گوارا نہ کیا۔ فتنہ الحاد اور نظام باطل سے متصادم ہوئے، قید وبند کی صعوبتیں برداشت کیں مگر اپنے عظیم اور پاکیزہ طرز عمل کو برابر جاری رکھا۔ آپ کے جمیع خلفاء اور صاحبزادگان نے اس مشعل نور کو فروزاں رکھا اور اس کی روشنی میں حرم نبوی کی طرف افراد امت کی رہبری کی۔ یہ ذکر یہاں بے محل نہ ہوگا کہ آپ کے صاحبزادے حضرت خواجہ معصومؒ کے مریدوں کی تعداد نو لاکھ کے قریب ہے، جن میں کم وبیش سات ہزار خلفاء ہیں۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ کے صاحبزادے محمد سعیدؒ کے تربیت یافتہ ایک بزرگ خواجہ محمد زمان تھے، جن سے حضرت قاضی احمدؒ فیضیاب ہوئے۔ قاضی صاحب موصوف کو قیام مدینہ منورہ کے دوران حضور ﷺ کی بارگاہ سے یہ ارشاد ہوا تھا کہ ہمارا ایک عزیز تمہارے پاس پہنچے گا، ولایت کی یہ نسبت تم اس کے حوالہ کر دینا۔ وہ باطنی نسبت آخر کار حضرت شاہ حسین المعروف حضرت بھورے والےؒ کا مقدر بنی۔ شاہ صاحب موصوف اور آپ کے اخلاف واعقاب کے دم قدم سے مکان شریف ضلع گورداسپور میں بے شمار ہندو اور سکھ حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ آپ کی اولاد میں سے سید امام علی شاہؒ کے خلیفہ حضرت میاں امیر الدینؒ تھے، جن سے حضرت میاں شیر محمد شرقپوریؒ نے کسب فیض کیا۔ پاک و ہند کے وسیع و عریض علاقوں میں حضرت میاں شیر محمدؒ کا فیضان جاری وساری ہوا۔(53) آپ کے انداز تبلیغ کے بارے صوفی ابراہیم قصوری لکھتے ہیں:

> ''ایک دفعہ آپ حجرہ (ضلع اوکاڑا) تشریف لے گئے۔ چونکہ یہ جگہ بھی بزرگوں کا پیر خانہ تھا۔ گدی نشین صاحب کی داڑھی کتری ہوئی تھی اور نماز کے اوقات کی پابندی کا اہتمام نہ تھا اور انہوں نے شکار کے واسطے بندوق اور کتے وغیرہ رکھے ہوئے تھے۔ حضرت میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے ان سے فرمایا کہ یہ کون سا طریق ہے؟ جو آپ نے اختیار کر رکھا ہے۔ کیا آپ کے آباؤ اجداد ایسا کیا کرتے تھے؟ یا رسول کریم ﷺ یا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی سنت ہے؟ یہ سن کر وہ بہت شرمندہ ہوئے اور زار زار روئے اور کہا میں نے سب کچھ اپنے بزرگوں کے خلاف کیا ہے۔ اب میری توبہ، آئندہ ایسا کام کبھی نہیں کروں گا اور آپ کے ہاتھ پر توبہ کی۔
>
> اکثر مولوی صاحبان آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو آپ فرماتے کہ اب شریعت کی پابندی کا کیا حال ہے؟ بعض تو کہتے کہ اب شریعت کی پابندی کا حال بہت اچھا ہے۔ لوگ نمازیں پڑھتے ہیں، روزے بھی رکھتے ہیں۔ آپ فرماتے کہ آپس میں حقوق کا کیا حال ہے، باپ بیٹے کا دشمن،

عورت خاوند کی دشمن، ہمسایہ ہمسایہ کا دشمن یہ کیا شریعت کی پابندی ہے؟ پھر ان کی آنکھیں کھلتی اور ہوش آتا۔ وہ کہتے کہ اب لوگوں نے شریعت اور قرآن شریف کو پس پشت ڈال رکھا ہے۔ پھر آپ پوچھتے کہ آیا آج سے بیس سال پہلے لوگوں کا یہ حال تھا؟ تو صاف جواب ملتا کہ اس سے پہلے آپس میں حمیت تھی، ہمدردی تھی، اخلاص تھا۔ وہ تو اب بالکل مفقود ہیں۔ آپ فرماتے یہ سب انگریزیت (عیسائیت) کا اثر ہے۔ ایک دن ایک ریلوے سپرنٹنڈنٹ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ داڑھی مونچھ صفا چٹ، ٹوپی سر پر۔ آپ نے اس سے پوچھا کہ آپ کو کیا تنخواہ ملتی ہے۔ اس نے بتایا کہ ہزار بارہ سو۔ آپ نے ایک دھپڑ ایسے زور سے اس کے منہ پر مارا کہ اس کی ٹوپی دور جا پڑی۔ کہ یہ ہزار روپیہ تم کو منکر نکیر سے بچالیں گے اور پل صراط پر اسی کے سہارے اتر جانا اور حساب کے وقت رشوت دے کر جنت میں چلے جانا۔ یہ مسلمانی کافی ہے؟ سب انگریز کے بچے ہیں۔ انگلستان میں بن باپ کے ایسے ہوتے ہیں۔ پھر فرمایا: میاں قانون خداوندی کی پابندی بھی کوئی چیز ہے۔ وہ کون کرے گا۔ اپنے پیدا کرنے والے کو کچھ تو سمجھو۔ اس پر بہت بڑا اثر ہوا اور آئندہ اپنی حالت سنوار لی۔(54)

مولوی چراغ الدین صاحب کا بیان ہے کہ موضع اناری میں بابا اللہ دتا ملاح رہتا تھا۔ اس کے جنازے پر حضرت میاں صاحب علیہ الرحمہ تشریف لائے۔ چونکہ وہ معمولی آدمی نہ تھا۔ اس کے جنازہ پر سینکڑوں آدمی تھے۔ آپ نے وہاں بااثر وعظ فرمایا اور جس کی داڑھی کٹی ہوئی تھی اور مونچھیں بڑھی ہوئی تھیں۔ آپ نے مونچھیں کٹوائیں اور آئندہ کے واسطے عہد لیا کہ پھر کبھی داڑھی نہیں کٹوائیں گے۔ نہ ہی منڈوائیں گے اور نماز پڑھیں گے۔ وہاں ایک سکھ مدرس موجود تھا۔ اس کو آپ نے بغل میں لے کر فرمایا: ہم سے تو یہ سکھ ہی بڑھا ہوا ہے۔ افسوس یہ اپنے مذہب کی کس قدر عزت کرتے ہیں اور مسلمانوں کو کیا ہو گیا ہے۔ غرض اس وقت تمام حاضرین آپ کے نصائح سے متاثر ہو کر زار زار رونے لگے اور زاری کے بعد سب نے توبہ کی اور عرض کی کہ آئندہ ہماری توبہ ہے آپ ہمارے واسطے دعا فرمائیں کہ پچھلے گناہ بخشے جائیں۔(55)

حضرت میاں شیر محمد شرقپوریؒ کے تربیت یافتہ اور خلیفہ سید محمد اسماعیل شاہ بخاری المعروف حضرت کرماں والے ؒ تھے۔ آپ نے جب اپنی عملی زندگی کا آغاز فرمایا اس وقت مسلمانوں کی قوت و ہمت کا شیرازہ بکھر چکا تھا۔ اس زمانے میں بالخصوص احیائے سنت کی شدید ضرورت تھی۔ حکمران انگریز تھا۔ مسلمانوں کی معاشی اور معاشرتی ترقی کے تمام راستے

بند کر دیئے گئے تھے۔اس دور میں مسلمان اپنی تاریخ کے بدترین بحران سے دوچار تھے۔اب ان کے پاس دو ہی راستے تھے کہ یا تو اسلام جو تمام مصائب کا سبب بن گیا تھا، چھوڑ دیں یا پھر تنزلی اور انحطاط کا بدستور شکار رہیں بہر حال ترک اسلام تو ممکن نہ تھا لیکن متبادل راستہ بھی نہایت دشوار گزار تھا۔ادھر انگریز حکمران نے عیسائی مشنریز کو تمام تر دنیاوی آسائشیں دے کر تبلیغ کے میدان میں اتار دیا تھا دوسری طرف مسلمانوں کی فکری اور ایمانی جمعیت کو منتشر کرنے کے لئے برصغیر میں مختلف جگہوں سے علم کلام کے پیچیدہ اور علمی مباحث کے فتنے کھڑے کر دیئے گئے۔کہیں سے انکارِ ختمِ نبوت کا فتنہ اٹھا،کسی نے حدیثِ رسول ﷺ کا انکار کر دیا مسلمان عوام آپس میں مسئلہ علم غیب، حاضر و ناظر، وسیلہ، استمداد، امکانِ کذب، نور وبشر، نذر و نیاز، محفلِ میلاد اور گیارہویں جیسے مسائل پر الجھ گئے۔ایسی کیفیت میں حقیقی اسلام کا دفاع کرنا اور اس کو اصلی حالت پر برقرار رکھنا بایں وجہ کٹھن کام تھا کہ دین کی بات کرنے والے پر خواہ مخواہ کسی نہ کسی فرقے کا لیبل لگا دیا جاتا تھا اس صورتِ حال میں ایسی شخصیات کی ضرورت تھی جنہیں فرقہ واریت سے کوئی سروکار نہ ہو اور عام مسلمانوں کو لفظی مباحث اور زبانی جمع خرچ سے نکال کر عملاً اسلام کی طرف لے آئیں۔آپ کی شخصیت ایسی ہی تھی۔آپ کے ہاں تعصب نام کو نہ تھا، اسی لیے آپ مرجع خلائق ہو گئے تھے۔آپ کے دروازے ہر مذہب اور ہر مسلک کے ماننے والوں کے لئے کھلے تھے لیکن حضرت کرماں والے کا اصل مقصد صرف اشاعتِ اسلام اور احیائے سنت تھا۔کوئی بھی آنے والا آپ کی سیرت سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکتا تھا۔آپ کی تبلیغ سے نہ صرف غیر مسلموں کی ایک کثیر تعداد مسلمان ہوئی بلکہ مسلمانوں کی ایک بڑی جماعت بھی فیضیاب ہوئی۔دور حاضر کے مشاہیر مناظر اہلسنت مولانا محمد عمر اچھروی، خطیب پاکستان مولانا محمد شفیع اوکاڑوی آپ کے فیض گوہر بار کے زلہ ربا ہیں۔

ماحصل

درج بالا تفصیل کا خلاصہ یہ ہے کہ صحابہ کرامؓ اور تابعین کے بعد اسلام کی اشاعت کی سعادت جن نفوس قدسیہ کے حصہ میں آئی انہیں صوفیاء کرام کہا جاتا ہے۔بالخصوص برصغیر پاک و ہند میں تبلیغ دین کا کام صوفیاء کرام نے سرانجام دیا۔تصوف کے مشہور چاروں سلاسل (چشتی، سہروردی، قادری اور نقشبندی) اس میدان میں سرگرم عمل رہے اور خانقاہوں کی صورت میں تبلیغی مراکز کا ایک جال بچھا دیا۔ان مراکز نے ایک طرف تو لوگوں کو کفر و شرک کی آلودگیوں سے پاک کیا اور دوسری طرف پہلے سے موجود مسلمانوں کی اصلاح اور تزکیہ نفوس کا انتظام بھی کیا۔

حوالہ جات

(1)القرآن،سورۃ الاعراف:59

(2)القرآن،سورۃ الصافات:123

(3)القرآن،سورۃ الاعراف:65

(4)القرآن،سورۃ الاعراف:73

(5)القرآن،سورۃ البقرہ:124

(6)القرآن،سورۃ العنکبوت:26

(7)ابن کثیر،حافظ عماد الدین ابوالفدا اء اسماعیل،تفسیر ابن کثیر،سورۃ الاعراف:80،دار الکتب العلمیۃ،بیروت،لبنان،1998ء

(8)القرآن،سورۃ الشعراء:162

(9)الالوسی بغدای،محمود شکری،روح المعانی فی تفسیر القرآن والسبع المثانی،سورۃ الاعراف:80،ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ دار احیاء التراث العربی،بیروت،لبنان،2008ء

(10)ابن کثیر،حافظ عماد الدین ابوالفدا اء اسماعیل،البدایہ والنہایہ(اردو)،جلد:1 ص:227،مطبوعہ دار الاشاعت،کراچی،نومبر،2008

(11)طبری،علامہ ابو جعفر محمد بن جریر،تاریخ الامم والملوک(اردو)،جلد:1،ص:237،مطبوعہ دار الاشاعت،کراچی،2003ء

(12)اردو دائرہ معارف اسلامیہ،جلد:20 ص:262،دانش گاہِ پنجاب،لاہور،1985ء

(13)القرآن،سورۃ الاعراف:85

(14)القرآن،سورۃ آل عمرآن:21

(15)القرآن،سورۃ آل عمرآن:55

(16)ابن کثیر،حافظ عماد الدین ابوالفدا اء اسماعیل،البدایہ والنہایہ(اردو)،جلد:1 ص:631،مطبوعہ دار الاشاعت،کراچی،نومبر،2008ء

(17)القشیری،مسلم بن الحجاج،صحیح المسلم،کتاب المساجد ومواضع الصلوٰۃ،باب:ابتناء مسجد النبی ﷺ،ص:246،دار الفکر للطباعۃ والنشر والتوزیع،بیروت،لبنان،2003ء

(18)ابن خلدون،عبد الرحمٰن،تاریخ ابن خلدون،حصہ اول،ص:63،مطبوعہ نفیس اکیڈمی،اردو بازار،کراچی،جنوری،2003ء

(19)ترمذی،امام ابو عیسیٰ،جامع ترمذی،کتاب صفۃ القیامۃ والرقائق والورع عن رسول اللہ ﷺ،ص:396،بیت الافکار الدولیہ للنشر والتوزیع،تاریخ اشاعت غیر موجود

(20)الازہری،پیر محمد کرم شاہ،ضیاء النبی،جلد:2،ص:306،ضیاء القرآن پبلی کیشنز،لاہور،1420ھ

(21)طبری،علامہ ابو جعفر محمد بن جریر،تاریخ الامم والملوک(اردو)،جلد:2،ص:128،مطبوعہ دار الاشاعت،کراچی،2003ء

(22)الظاہری،علی بن احمد بن سعید بن حزم،جوامع السیرۃ وخمس رسائل اخریٰ لابن حزم،باب غزواتہ ﷺ، ص:16،المکتبۃ الشاملۃ

(23)ابن ہشام،محمد عبد الملک،سیرت ابن ہشام(اردو)،حصہ سوم،ص:234،اسلامی کتب خانہ،اردو بازار،لاہور،تاریخ اشاعت ندارد

(24)البخاری،محمد بن اسماعیل،صحیح البخاری،کتاب الحج،الخطبۃ ایام منیٰ،ص:412،دارالفکر للطباعۃ والنشر والتوزیع،بیروت ،لبنان،تاریخ اشاعت غیر موجود)
(25)ابن کثیر،حافظ عمادالدین ابوالفداء اسماعیل،البدایہ والنہایہ(اردو)،حصہ:4 ص:368،مطبوعہ دارالاشاعت،کراچی،نومبر،2008ء
(26)القرآن،سورۃ الاحزاب:40
(27)القرآن:سورۃ آل عمران:110
(28)ابن ہشام،محمد عبدالملک،سیرت ابن ہشام(اردو)،حصہ سوم،ص:269،اسلامی کتب خانہ،اردو بازار،لاہور،تاریخ اشاعت ندارد
(29)ابن کثیر،حافظ عمادالدین ابولفداء اسماعیل البدایہ والنہایہ(اردو)،حصہ:5 ص:246،مطبوعہ دارالاشاعت،کراچی،نومبر،2008ء
(30)اردو دائرہ معارف اسلامیہ،جلد:18 ص:450،دانش گاہِ پنجاب،لاہور،1985ء
(31)اردو دائرہ معارف اسلامیہ،جلد:18 ص:451،دانش گاہِ پنجاب،لاہور،1985ء
(32)اردو دائرہ معارف اسلامیہ،جلد:18 ص:451،دانش گاہِ پنجاب،لاہور،1985ء
(33)بھٹی،محمد اسحٰق،برصغیر میں اسلام کے اولین نقوش،ص:45،ادارہ ثقافت اسلامیہ،لاہور،1990ء
(34)قادری،علی اکبر خان،برصغیر میں صحابہ کرام،ص:226،طٰہٰ پبلی کیشنز،اردو بازار،لاہور،مئی،2003ء
(35)قادری،مولانا اسیدالحق محمد عاصم،تحقیق وتفہیم،ص:262،ادارۂ فکر اسلامی،دہلی،دسمبر،2009ء
(36)آرنلڈ،ٹی ڈبلیو،Preaching of Islam(اردو)،ص:265،نشریات40،اردو بازار،لاہور ،2010ء
(37)گیلانی،سید خورشید احمد،روح تصوف،ص:95،فرید بک سٹال،اردو بازار،لاہور،1981ء
(38)(انجم،ڈاکٹر غلام یحیٰ،قطب الہند شیخ عبدالوہاب جیلانی،ص:39،مکتبہ المدینہ،شہید مسجد،کھارادر،کراچی،2001ء
(39)آرنلڈ،ٹی ڈبلیو،Preaching of Islam(اردو)،ص:251،نشریات40،اردو بازار،لاہور،2010ء
(40)قریشی،ڈاکٹر محمد اسحاق،تصوف تلاش احسن کی ہمہ گیر تحریک،ص:295،شعبہ تحقیق و اشاعت محی الدین اسلامی یونیورسٹی،نیریاں شریف،تراڑکھل آزاد کشمیر،مئی،2000ء
(41)آرنلڈ،ٹی ڈبلیو،Preaching of Islam(اردو)،ص:246، نشریات40،اردو بازار ،لاہور،2010ء
(42)فرشتہ،محمد قاسم،تاریخ فرشتہ(اردو)،جلد:اول،ص:151،المیزان اردو بازار،لاہور،2008ء
(43)زکریا ملتانی،شیخ الاسلام بہاؤالدین،الاوراد(اردو)،ص:14،تصوف فاؤنڈیشن،المعارف گنج بخش روڈ،لاہور،1999ء
(44)آرنلڈ،ٹی ڈبلیو،Preaching of Islam(اردو)،ص:267،نشریات40،اردو بازار،لاہور،2010ء
(45)رام پوری،شاہ محمد حسن صابری چشتی،حقیقت گلزار صابری،ص:557،مکتبہ صابریہ غوثیہ روڈ قصور،1983ء
(46) انجم،ڈاکٹر غلام یحیٰ،قطب الہند شیخ عبدالوہاب جیلانی،ص:95،مکتبہ المدینہ،شہید مسجد،کھارادر،کراچی ،2001ء
(47)آرنلڈ،ٹی ڈبلیو،Preaching of Islam(اردو)،ص:266، نشریات40،اردو بازار ،لاہور،2010ء
(48)انجم، ڈاکٹر غلام یحیٰ،قطب الہند شیخ عبدالوہاب جیلانی،ص:60،مکتبہ المدینہ،شہید مسجد،کھارادر،کراچی،2001ء
(49)جاوید،صبیحہ گل،مغل حکمرانوں کی سیاسی،معاشی اور معاشرتی زندگی پر صوفیاء کرام کا اثر" بالخصوص قادریہ سلسلہ"ص:44،مقالہ برائے پی۔ایچ۔ڈی،شعبہ تاریخ،جامعہ پنجاب،لاہور،ستمبر،2009ء

(50) سرہندی، علامہ بدرالدین، حضرات القدس (اردو)، جلد: 1، ص: 270، مکتبہ نعمانیہ، اقبال روڈ، سیالکوٹ، 1401ھ
(51) سرہندی، علامہ بدرالدین، حضرات القدس (اردو)، جلد: 2، ص: 34، مکتبہ نعمانیہ، اقبال روڈ، سیالکوٹ، 1403ھ
(52) محمد مسرور احمد، ابوالسرور، باقیات جہان امام ربانی، جلد: 1، ص: 178، امام ربانی فاؤنڈیشن، کراچی 2008ء
(53) اکرام، محمد، معدن کرم، ص: 2، کرماں والا بک شاپ، دربار مارکیٹ، لاہور، فروری، 2012ء
(54) قصوری، صوفی محمد ابراہیم، خزینہ معرفت، ص: 154، پروگریسو بکس، اردو بازار، لاہور، 1350ھ
(55) قصوری، صوفی محمد ابراہیم، خزینہ معرفت، ص: 208، پروگریسو بکس، اردو بازار، لاہور، 1350ھ